السؤال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مروجہ کمیٹی ڈالنے کا کیا حکم ہے؟ اگر جائز ہے تو شرکاء میں سے کوئی شخص کمیٹی وصول کرنے کے بعد انتقال کر جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر نا جائز ہے تو کیوں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

مستفتی: سید محمد ہارون

الجواب باسم ملهم الصواب

پہلے مروجہ کمیٹی کی صورت اور پھر اس کا شرعی حکم لکھا جاتا ہے۔

مروجہ کمیٹی کی صورت: صورت یہ ہوتی ہے کہ چند افراد مل کر ایک کمیٹی بنا لیتے ہیں، ہر ماہ کمیٹی کا ہر رکن ایک متعین مقدار میں رقم جمع کرتا ہے، پھر جمع شدہ کل رقم پر قرعہ اندازی ہوتی ہے، ارکانِ کمیٹی میں سے جس کا نام قرعہ میں نکل آئے، اس کو جمع شدہ کل رقم ادا کر دی جاتی ہے، ایسے ہی ہر ماہ چکر چلتا ہے، باری باری ہر رکن کمیٹی کو اس اکٹھی رقم سے فائدہ اٹھانے کا موقع ملتا رہتا ہے۔

الحاصل! کمیٹی کی حقیقت امدادِ باہمی کے عنوان سے ایک دوسرے کو قرض دینا ہے۔

شرعی حکم: درج ذیل مفاسد کی وجہ سے یہ کمیٹی ناجائز اور واجب الترک ہے۔

(۱) اکثر کمیٹیوں میں منتظم کمیٹی کو اس شرط پر پہلی کمیٹی دی جاتی ہے کہ وہ ہر ماہ دوسرے شرکاء کے پاس جا کر ان سے رقم وصول کرے گا اور اپنے پاس محفوظ رکھے گا اور یہ قرض سے نفع حاصل کرنا ہے جو کہ "کل قرض جر منفعة فهو ربا" میں داخل اور حرام ہے۔

(۲) بنام کمیٹی جمع کردہ رقم سب شرکاء میں بذریعہ قرعہ تقسیم کی جاتی ہے اور قرعہ کے نتائج کو لازم قرار دیا جاتا ہے، جبکہ شرعاً قرعہ کی وجہ سے کسی پر دوسرے کو قرض دینا لازم نہیں ہے، اور یہ "التزام مالا یلزم" ہے جو کہ ناجائز ہے۔

(۳) یہ ممکن ہی نہیں بلکہ امرِ واقع ہے کہ جو واقعۃً ضرورت مند ہے، قرعہ میں نام نہ نکلنے کی وجہ سے عرصہ تک قرض حاصل کرنے سے محروم رہتا ہے، اور اپنی احتیاج اور ضرورت کے باوجود ہر ماہ چندہ (کمیٹی) کی رقم ادا کر کے مزید مشکلات کا شکار ہوتا ہے، لہٰذا یہ امداد باہمی نہیں، بلکہ ایک حاجت مند پر ظلم ہے، جس کے متعلق احادیث میں "الظلم ظلمات یوم القیٰمة" جیسی وعیدیں آئی ہیں۔

(۴) کسی شریک کو ہر وقت الگ ہونے کا اختیار نہیں ہوتا، بلکہ اس کو ہر ماہ رقم جمع کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، جبکہ قرض لینے دینے پر مجبور کرنا جائز نہیں ہے۔

(۵) کسی شریک کو بطور قرض دی ہوئی اپنی رقم کی واپسی کے مطالبہ کا حق نہیں ہوتا، بلکہ ایسے شخص کو ملامت کے ساتھ کمیٹی مکمل ہونے تک انتظار کرنا پڑتا ہے، جبکہ قرض میں "تأجیل" یعنی قرض کی واپسی کے لئے مدت اور وقت کی شرط لگانا کہ اتنی مدت کے بعد واپس کرونگا، باطل ہے۔ اور اس کو لازم سمجھنا سود ہے، کیونکہ قرض بدوں شرطِ تأجیل ابتداء میں تبرع اور احسان ہے اور انتہاء کے اعتبار سے معاوضہ اور بیع ہے۔

قال العلامة المرغینانی رحمه الله تعالی: (و كل دين حال اذا أجله صاحبه صار مؤجلا) لما ذكرنا (الا القرض) فان تأجيله لا يصح لأنه اعارة و صلة فى الابتداء حتى يصح بلفظة الاعارة و لا يملكه من لا يملك التبرع كالوصى و الصبى و معاوضة فى الانتهاء فعلى اعتبار الابتداء لا يلزم التأجيل فيه كما فى الاعارة اذ لا جبر فى التبرع و على اعتبار الانتهاء لا يصح لأنه يصير بيع الدراهم بالدراهم نسيئة و هو ربا (الهداية مع فتح القدير ١٤٦/٦، ط: رشيديه)

اور شرطِ تأجیل کے ساتھ نام اگرچہ قرض کا ہے مگر حقیقت میں ابتداء ہی سے یہ بیع ہے، جس میں تأجیل اور تاخیر کی شرط کی وجہ سے یہ بیع سود کو مستلزم ہے۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے: "النقد خير من النسيئة" کہ نقد ادھار سے بہتر ہے اور یہاں فریقین میں سے

ایک کو یہ ''خیر'' بدوں عوض مل رہا ہے، اور اسی کو سود کہا جاتا ہے۔

و كل دين أجّل الى أجل معلوم صح الا القرض فانه يصير بيع الدراهم بالدراهم نسيئة فلا يجوز لأنه يصير ربا لأن النقد خير من النسيئة (شرح الوقاية ۶۲/۳، ط: الميزان)

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالىٰ: ولزم تأجيل كل دين الا القرض. ط. (الشامية ۱۶۱/۵، ط:سعيد)

(۶) چونکہ ہر امیدوار کی دلی خواہش قرعہ اندازی کے وقت یہ ہوتی ہے کہ قرعہ میں اسی کا نام نکل آئے، دوسرے کا نام نکلنے پر دل سے خوش نہیں ہوتا پھر بھی بادلِ نخواستہ نام نکلنے والے کو قرض دینا پڑتا ہے، اور یہ کسی کا مال اس کے طیبِ نفس (دلی رضامندی) کے بغیر استعمال کرنا ہوا، جو کہ حرام ہے، اور حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے۔

عن أبی حرة الرقاشی عن عمه قال: قال رسول الله ﷺ :ألا لا تظلموا ألا لا يحل مال امرئ الا بطيب نفس منه. رواه البيهقی فی شعب الايمان والدارقطنی فی المجتبی. (مشكوة ۲۵۵، ط:قديمی)

(۷) بعض جگہوں پر بذریعۂ قرعہ تمام ممبروں کو کمیٹی دینے کی نوبت اور باری کی تعیین پہلے ہی کردی جاتی ہے کہ پہلے فلاں کو پھر فلاں کو دیا جائے گا، تو اس صورت میں حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اصل اور ضابطہ ''النقد خير من النسيئة'' کے تحت آخری ممبر کے سوا ہر ایک ممبر سود کے گناہ میں مبتلا ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں کمیٹی لینے والے ممبر کی طرف سے باقی ممبروں کے لئے گویا یہ اعلان اور شرط ہے کہ میں قرعہ ترتیب کے مطابق تمہارا قرض واپس کرونگا، اس سے پہلے نہیں۔ اور یہ تاجیل فی القرض جو کہ مندرجہ بالا ضابطہ کے پیشِ نظر سود ہے۔

(۸) بعض جگہوں میں کمیٹی کو مع سود کے نیلام کے طور پر فروخت کیا جاتا ہے، جبکہ یہ صریح سود ہے، جس پر بے شمار وعیدیں آئی ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

عن أبی هريرة عن النبی ﷺ قال: اجتنبوا السبع الموبقات قالوا: يا رسول الله! و ما هن؟ قال: الشرک بالله و السحر و قتل النفس التی حرم الله الا بالحق و أكل الربوا و أكل مال اليتيم و التولی يوم الزحف و قذف المؤمنات الغافلات. متفق عليه (المشكوة ۱۷/۱)

حضرت نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات ہلاک کردینے والے گناہوں سے بچو! صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ کون سے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا، اس جان کو ناحق قتل کرنا جس کا قتل اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، مگر جائز طور پر (بحکم شریعت)، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے گھمسان کی جنگ میں پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور پاک دامن ایمان والی بے خبر عورتوں پر تہمت لگانا۔

عن جابر قال: لعن رسول الله ﷺ اكل الربا و موكله وكاتبه و شاهديه و قال هم سواء. (مسلم ۲۷/۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کی تحریر لکھنے والے اور سود پر گواہ بننے والوں پر لعنت بھیجی نیز فرمایا کہ یہ سب (اصل گناہ میں) برابر کے شریک ہیں اگرچہ مقدار کے اعتبار سے مختلف ہوں۔

عن عبدالله عن النبی ﷺ قال : الربا ثلاثة وسبعون بابا ، أيسرها مثل أن ينكح الرجل أمه ، وان أربی الربا عرض الرجل المسلم. (المستدرک للحاكم ۳۳۸/۲، ط:دار المعرفة)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود کے گناہ کے تہتر درجے ہیں ان میں سے جو ادنی درجہ ہے وہ ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنی ماں سے بدکاری کرے، اور بدترین سود کسی مسلمان کی آبروریزی ہے۔

عن عبدالله بن حنظلة غسيل الملائكة قال: قال رسول الله ﷺ : درهم الربا يأكله الرجل و هو يعلم أشد من ستة و ثلاثين زنية (مسند الامام أحمد ۲۹۶/۶، ط:دار احياء التراث العربی)

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سود کا ایک درہم جسے کوئی جانتے ہوئے استعمال کرے چھتیس زنا سے بدتر ہے۔

(۹) بعض کمیٹیوں میں منتظم کمیٹی اپنے لیے کٹوتی وصول کرتا ہے جو کہ حرام در حرام ہے۔

(۱۰) بعض جگہوں اور لوگوں میں ’’لکی کمیٹی‘‘ ڈالنے کا رواج ہے، صورت اس کی وہی ہوتی ہے جو عام کمیٹی کی ہوتی ہے لیکن یہ جمع شدہ رقم بذریعۂ قرعہ اندازی اس شخص کو دے دی جاتی ہے جس کا نام نکل آتا ہے، اور پھر وہ کمیٹی سے خارج ہو جاتا ہے، اسی طرح اگلے ماہ پھر دوسرے شرکاء میں یہی صورت ہوتی ہے جو کہ حرام ہے۔ ———— فقط واللہ سبحانہ وتعالی اعلم

کتبہ: محمد نواز المتخصص

بدار الافتاء جامعہ خلفائے راشدین ﷺ

مدنی کالونی ہاکس بے روڈ گریکس ماری پور کراچی

۲۸/ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ